© rasailojaraid.com

فکر و نظر............ اسلام آباد جلد: ۴۶ شمارہ: ۲،۱

کون کہتا ہے کہ موت آئے گی تو مر جاؤں گا

مشتاق احمد قریشی

شاعری ایک الہامی علم ہے شاید اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شاعر پیدا ہوتے ہیں بنتے نہیں۔ کشفی صاحب بھی پیدائشی شاعر تھے اور شاعری تو انہیں اپنے محترم والد جناب ثاقب کانپوری سے ویسے بھی ورثے میں ملی تھی۔ اللہ نے جو قلب و نظر انہیں عطا کیا اس سے انہوں نے پورے ہوش و حواس سے کام لیا۔ ادب کا کون سا شعبہ ایسا ہے جو ان کے کارناموں سے روشن نہ ہو۔ شاعری ہو، صحافت ہو، تنقید ہو، کہانی کاری ہو۔ کوئی شعبہ میرے علم میں ایسا نہیں جس میں انہوں نے استاد کے فرائض ادا نہ کیے ہوں۔ ان کے اکثر شاگرد ناموری بلکہ روشن ناموری میں بلند مقام پر فائز ہیں۔ میں نے اُن کی اپنے شاگردوں سے محبت و انسیت کے وہ مناظر بھی دیکھے ہیں کہ حیرت ہوتی تھی۔ وہ جس قدر اپنے شاگردوں کی عزت و قدر کرتے شاید ہی کوئی باپ اپنی اولاد کی کرتا ہو۔

میرا تعلق تو ان سے اُردو کالج کے زمانے سے تھا لیکن باقاعدہ اور تسلسل سے یہ رشتہ ۱۹۸۷ء سے جڑا جب انہوں نے میری کتاب طلسم خیال پر بھی اپنی رائے تحریر کی۔ پھر تو شاید ہی کوئی دن جاتا ہو کہ ان سے ملاقات یا فون پر بات نہ ہوتی ہو۔ وہ ایک درویش صفت شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک مکمل درویش تھے۔ ایک بار سفر حج اور دو بار عمرے کی سعادت میں نے ان کے ساتھ حاصل کی۔ قرآنی آیات کی تفسیر کی میری تقریباً دس کتابوں کی نہ صرف اصلاح کی بلکہ ان پر اپنی رائے کا بھی اظہار کیا۔

غالبًا حضرت علیؓ کا قول ہے کہ اگر کسی کو آزمانا ہو تو اسے قرض دو یا اس کے ساتھ سفر کرو یا اسے برا بھلا کہو۔ یعنی غصہ دلا دو۔ میں نے ان سے قرض لیا بھی اور دیا بھی۔ اپنے دیے ہوئے قرض کا انہوں نے ضرورت مندی کی حالت میں بھی تقاضا نہیں کیا خود مجھے ہی تمام تر شرمندگی کے ساتھ لوٹانا پڑا۔ جب مجھ سے قرض لیا گو کہ بہت معمولی سی رقم تھی لیکن تیزی سے اسے بغیر میرے مانگے، بغیر کچھ کہے انہوں نے پہلے مرحلے پر از خود شکریے کے ساتھ واپس کر دیا۔ ایسے ہی سفر حج اور عمرے کے دوران کبھی کسی قسم کی پریشانی اگر انہیں ہوئی بھی تو اس کا اظہار صرف اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں میں پریشان نہ ہو جاؤں، وہ تو اللہ بھلا کرے بلقیس باجی کا کہ وہ آہستہ سے رواداری میں باتوں باتوں میں ہلکا سا اظہار کر دیتیں تو مجھے معلوم ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت کس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدر ناساز ہے اور وہ میری وجہ سے خود پر کتنا جبر کر رہے ہیں کہ ان کی طبیعت کی خرابی سے میں کہیں پریشان نہ ہو جاؤں۔

کشفی صاحب کو جو عزت و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم و فضیلت کے باعث عطا فرمایا تھا اس کی وجہ سے جہاں ان کے عقیدت مندوں کا ایک جم غفیر تھا تو وہیں ان کی مقبولیت، شہرت اور نیک نامی نے ان کے حاسد اور بدخواہوں کو بھی جنم دیا تھا۔ اس کے باوجود کبھی کسی حاسد یا بدخواہ کی کسی بھی حرکت سے ان کے ماتھے کو شکن آلود نہیں دیکھا۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب چلتی پھرتی بولتی لغت تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کبھی کوئی لفظ لغت میں نہ ملتا تو میں ہی کیا کئی حضرات ان سے رجوع کرتے۔ ڈاکٹر صاحب فوراً ہی نہ صرف اس کا جواب دیتے بلکہ سمجھانے کے لیے تفصیل سے آگاہ کرتے بلاشبہ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اردو ادب کا زندہ جاوید نام ہے۔ ان کی خدمات ایک عرصے تک ہی نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اردو زبان بولی اور لکھی جاتی رہے گی یاد رکھی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بڑی پہلودار تھی۔ ان کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے۔ وہ تو ہر پہلو سے ایک روشن چاند کی مانند تھے، جس کی کرنوں سے ادب کا عالم منور ہے۔ ان کے ادبی کارناموں پر ان کے دوست تو دوست کبھی کسی دشمن کو بھی انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوسکی۔ ان کا ایک ایک لفظ نپا تلا ہوتا۔ وہ لفظوں کی تکرار کو پسند نہیں کرتے تھے، نہ خود وہ کبھی ایسا کرتے تھے۔ آج بھی ان کی تمام تحریریں نئے لکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا مضبوط حافظہ عطا کیا تھا۔ وہ بڑی ہی نفیس سوچ و فکر کے انسان تھے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی خانگی زندگی میں بھی اپنے بچوں اور بچوں کے بچوں کے دوست تھے۔ بچوں کے ساتھ وہ ایک مخلص و مہربان دوست کی طرح رہتے تھے۔ وہ ادب اور زندگی کو خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں، وہ بیسویں صدی کا نصف اوّل کا زمانہ تھا۔ ان کے والد بزرگوار خود صاحب کلام شخصیت تھے۔ ان سے ملنے اکثر ان کے گھر اپنے زمانے کے ناموروں کا جمگھٹا رہتا یا وہ خود چل کر کسی سے ملاقات کے لیے چلے جاتے، چونکہ ان کا تعلق ایک روحانی خانوادے سے تھا۔ وہ ایک روحانی سلسلے کے گدی نشین تھے۔ اس لیے بھی اکثر لوگ ان کے پاس ہی آتے۔ کشفی صاحب جب کبھی خوشگوار موڈ میں اپنے والد محترم کا ذکر کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ وہ خود اس دور میں پہنچ چکے ہوں اور اپنے اردگرد کا آنکھوں دیکھا حال سنا رہے ہوں۔ ان کے ساتھ بیٹھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے سب ہی لوگ اس وقت خود بھی اس ماحول میں اپنے آپ کو موجود محسوس کرنے لگتے۔ ان کے والد جن کو وہ عمو جان کہا کرتے، ان سے ملنے اکثر شعراء اور ادباء کرام آیا کرتے تھے۔ ان میں مولانا حسرت موہانی، سیّد سلیمان ندوی، عندلیب شادانی، ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا آزاد سبحانی، جوش ملیح آبادی، جگر مراد آبادی، اثر لکھنوی، علامہ محوی صدیقی اور بہت سے نام جو اس وقت یاد نہیں آ رہے۔ ہاں ایک نام کا ذکر وہ ہمیشہ کرتے۔ مولانا آزاد سبحانی جو ان کے گھر کئی کئی ہفتوں رہا کرتے تھے۔ انہیں کشفی صاحب دادا ابا کہا کرتے تھے۔ کشفی صاحب نے ایسے ایسے صاحبان علم و فن کے درمیان اپنا بچپن اور نوجوانی کا عرصہ گزارا۔ اس طرح ان کی شخصیت کو جہاں دین کے رنگ نے رنگا، وہیں ان کا اٹھنا بیٹھنا اُردو شاعری اور ادب کی اہم ترین شخصیات کے درمیان رہا۔ وہ اپنے بچپن کے فارسی کے استاد مولوی محمد سعید رزمی کا بھی بڑی محبت و احترام سے تذکرہ کیا کرتے جن سے انہوں نے اور ان کے بہن بھائیوں نے فارسی پڑھی تھی۔ کشفی صاحب کی تعلیم و تربیت میں ان کے والد کا بڑا اہم اور خصوصی کردار تھا۔ ان کے والد جس خانقاہ کے متولی تھے وہ ان کے گھر سے بالکل ملی ہوئی تھی۔ اس سے ملحقہ مسجد تھی۔ ان کے گھر کے قریب ہی شفیق حلوائی کی دکان تھی۔ بقول ڈاکٹر صاحب گو کہ وہ مٹھائی تو اتنی اچھی نہیں بناتے تھے لیکن ان کی دکان ایک طرح کی عوامی دکان تھی۔ رات نو بجے کے بعد جب گاہکوں کا آنا جانا ختم ہو جاتا تو شفیق صاحب کی محفل سخن سج جاتی جس میں بیت بازی ہوا کرتی۔ جناب حسنین کاظمی جو ڈاکٹر صاحب کے ہم عمر ہم محلّہ تھے، ان محفلوں میں وہ بھی شریک رہتے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی مرزا غالب کے بہت بڑے طرف دار تھے۔ یوں تو وہ اقبال اور فیض کے بھی طرف داروں میں سے تھے لیکن غالب سے جو ان کا تعلق خاص تھا اس کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔ کشفی صاحب ایک علمی تدریسی شخصیت کے ساتھ ثقافتی، ادبی، معاشرتی شخصیت بھی تھے۔ جب بھی پاکستانی معاشرے کی تشکیل تعمیر میں اُردو ادب 'قرآنی علوم' لسانی علوم پر کچھ بات ہوگی، کچھ لکھا جائے گا تو لکھنے والے کشفی صاحب کی شخصیت و فن سے بچ کر نکلنا بھی چاہیں تو نہ نکل سکیں گے۔ اُردو کا افق کشفی صاحب کے کارناموں سے منور ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کی پیدائش ۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء کانپور میں اور وفات ۱۵ر مئی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں ہوئی۔ وہ شاعر تھے، ادیب تھے، معلم تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کانپور میں حاصل کی۔ انہوں نے سندھ یونیورسٹی سے بی-اے آنرز اور اُردو آنرز میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ایم-اے اُردو کراچی یونیورسٹی ۱۹۵۲ء میں کیا اور ایم-اے انگریزی کولمبیا یونیورسٹی سے ۱۹۶۷ء میں اور پی ایچ ڈی اُردو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کراچی یونیورسٹی سے ۱۹۷۱ء میں کیا۔ بطور استاد اسلامیہ کالج کراچی میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک فرائض معلم ادا کیے۔ پھر ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۹ء اُردو کالج سے منسلک رہے۔ یہاں انہوں نے بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا۔ پھر ۱۹۵۹ء سے لے کر اپنی ریٹائرمنٹ ۱۹۹۴ء تک کراچی یونیورسٹی سے وابستہ رہے۔ جہاں انہیں ان کی اہلیت کے باعث دو سال کی توسیعی مدت بھی دی گئی۔ ڈاکٹر کشفی صاحب نے بطور استاد اوساکا یونیورسٹی جاپان میں بھی ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۳ء تک اُردو کے استاد کی ذمہ داری نبھائی۔ انہوں نے بطور مدیر قومی زبان ۱۹۵۳ء میں ذمہ داری ادا کی اور ماہنامہ مہر نیم روز کی ادارت سے ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۶۳ء تک منسلک رہے۔ جولائی ۱۹۹۷ء میں انہوں نے ایک ماہنامہ اسلام جاری کیا جو بوجوہ ۲۰۰۴ء میں بند کرنا پڑا۔

اُن کی معرکتہ الآراء تصانیف، مضامین اور آراء پر مبنی چند ایک کے نام فی الحال یاد آ رہے ہیں:

۱۔ اُردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر ۱۷۰۷ء تا ۱۸۵۷ء

۲۔ ہمارے عہد کا ادب اور ادیب

۳۔ جدید ادب کے دو تنقیدی جائزے

۴۔ عرب قبل از اسلام از منشی ذکاء اللہ (ترتیب)

۵۔ باغ و بہار و مقدمہ، تقابل متن اور حواشی

۶۔ عکس محمدی ﷺ قرآن کے آئینے میں

۷۔ رہنمائے ادب

۸۔ یہ لوگ بھی غضب تھے۔

۹۔ اُجلے لوگ

۱۰۔ نسبت

۱۱۔ آدمی اور کتاب

۱۲۔ ہمارے ادبی، لسانی اور تعلیمی مسائل

۱۳۔ انتخاب مضامین تہذیب الاخلاق

۱۴۔ انتخابات مقالات حالی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵۔ نقش سعادت اُردو شاعرہ کا انتخاب

۱۶۔ صادق الخیری کے بہترین افسانے

۱۷۔ مرزا حادی رسوا از عزیز لکھنوی

۱۸۔ آئینہ خیال

۱۹۔ اُردو کا نثری ادب

۲۰۔ سلطان صلاح الدین ایوبی

۲۱۔ امام ابوحنیفہؒ

۲۲۔ شوکت تھانوی

۲۳۔ ہمارے سرسیّد

۲۴۔ مولانا جلال الدین رومی

۲۵۔ خواجہ حسن نظامی

۲۶۔ رسول اللہؐ کے نقش قدم پر ایک دن

۲۷۔ سرسید احمد خان کا آئینہ خانہ افکار

۲۸۔ روشنی کا مینار

۲۹۔ مختصر تاریخ امریکہ

۳۰۔ بینا نابینا

۳۱۔ وطن سے وطن تک

۳۲۔ مسلمان کی زندگی کیا ہے؟

۳۳۔ تعارف اسلام

۳۴۔ حیاتِ محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں

۳۵۔ عبدالکریم سومار

۳۶۔ اُردو شاعری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۷۔ رہنمائے ادب

۳۸۔ نعت رسالت مآبؐ اور اقبال صفی پوری

۳۹۔ اخلاق محمدیؐ قرآن کے آئینے میں

۴۰۔ مقام محمدؐ قرآن کے آئینے میں

مختلف مضامین

۱۔ مرزا غالب، حالاتِ زندگی

۲۔ شاعری پر ایک نظر

۳۔ نعت نگر کا خوش نوا فقیر

۴۔ حرفِ اوّل

۵۔ کشتی عشق کا ساحل طیبہ

۶۔ ایک زندہ کرامت

۷۔ نقش نقاش

۸۔ صحیفہ نعت

۹۔ نعت کے نئے افق

۱۰۔ مقبول نقش کا نقش عقیدت

۱۱۔ کوثری نغموں والا

۱۲۔ نزول ہر ایک نظر

۱۳۔ جادہ رحمت کا سفر

۱۴۔ اساس

۱۵۔ ورفعنا لک ذکرک. ثنائے حبیبؐ

۱۶۔ عقیدت کا سفر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷۔ تعارفی جائزہ

۱۸۔ سرکار کی چاہت والا

۱۹۔ غلامِ صاحب طیبہ

۲۰۔ نورِ ازل

۲۱۔ بہ فیضِ والد محروم ہوں فدائے رسولؐ

۲۲۔ تعارف

۲۳۔ سفینہ نعت

۲۴۔ اسوہ احمد مختارؐ اور حافظ کی نعت گوئی

۲۵۔ پیش لفظ

۲۶۔ حشام علی حافظ کی نعتیہ شاعری ایک تاثر

اس کے علاوہ بھی ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔ سینکڑوں کتابوں کے فلپ اور بہت کچھ جو اس وقت نہ تو میری دسترس میں ہے اور نہ یادداشت میں۔ ان شاء اللہ کوشش کروں گا کہ آئندہ کسی نشست میں ڈاکٹر صاحب پر کوئی سیر حاصل مضمون تحریر کروں۔ ڈاکٹر صاحب کے تمام شاگردوں، عقیدت مندوں، دوستوں اور چاہنے والوں سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے لیے خصوصی اور پُرخلوص دعائے مغفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

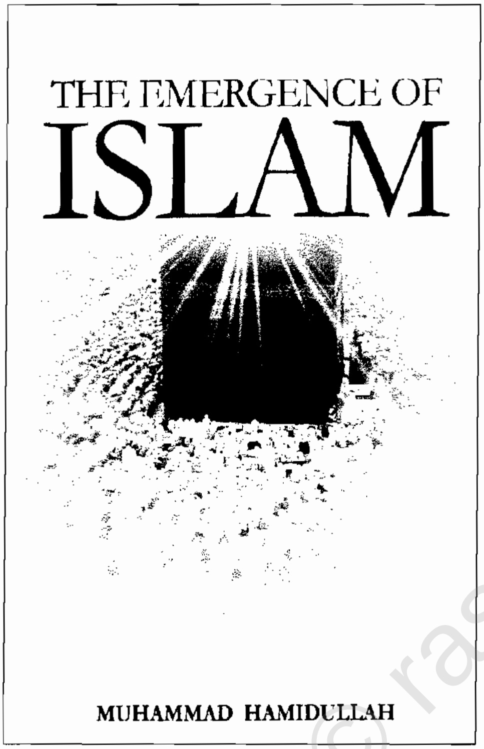

The Emergence of Islam

ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ نے ۱۹۸۰ء میں مختلف اسلامی موضوعات پر جو خطبات ارشاد فرمائے وہ ''خطبات بہاولپور'' کے نام سے شائع ہو کر بڑی پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ موجودہ کتاب ان ہی لیکچرز کو انگریزی زبان میں پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

ڈاکٹر افضل اقبال کا کیا ہوا یہ ترجمہ ادارہ تحقیقات اسلامی نے ابتداً ۱۹۹۳ء میں شائع کیا تھا۔ اب ادارہ نے کتاب کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا ہے جو ڈیزائن، طباعت اور تدوین کے اعتبار سے عصری معیار پر پورا اترتا ہے۔

اپنے خطبات میں ڈاکٹر محمد حمیداللہ نے اسلامی تعلیمات صحیح تناظر میں پیش کی ہیں اور اسلامی فکر کے ارتقا اور اداروں کی نشو ونما کی ابتدائی تاریخ بیان کی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح اسلامی عقائد، اقدار اور تعلیمات کی بنیاد پر ابتدائی اسلامی معاشرہ قائم ہوا، ریاست و ادارے وجود میں آئے اور علمی و فکری جستجو کی راہ ہموار ہوئی۔ ان کا انداز عام فہم، دلنشین اور بے ساختہ ہے۔ ان خطبات سے عام قاری اور اہل علم یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب کا نیا ایڈیشن ایسے حالات میں شائع ہوا ہے جب دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کو بہتر طور پر سمجھنے کی خواہش میں اضافہ ہو رہا ہے۔

۳۵۱ صفحات (جس میں کتابیات و اشاریہ شامل ہیں) پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۳۰۰ روپے ہے۔

ISBN 969-408-004-5

قارئین اور ادارے جو اس کتاب سے خصوصی طور پر استفادہ کر سکتے ہیں:
اہل علم، طلبہ، عام قاری، کتب خانے، مراکز تحقیق، جامعات
کتاب منگانے یا ادارہ کی کتابوں کی فہرست حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمایئے

ڈائریکٹر مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد
فون نمبر: ۲۲۵۴۸۷۴۰، فیکس: ۹۲۶۰۷۶۹، ای میل (<iri.publications@gmail.com>)

قیمت کی ادائیگی کے طریقے: بنک ڈرافٹ (بنام ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد)، بنک بلٹی یا منی آرڈر۔ ڈاک خرچ یا ٹرک سروس کا کرایہ بذمہ خریدار

نوٹ: کتب فروشوں، کتب خانوں اور اداروں کو خریداری کی مالیت کے حساب سے ڈسکاؤنٹ دیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com